JOURNAL OF ISLAMIC AND RELIGIOUS STUDIES

OPEN ACCESS
ISSN (Online): 2519-7118
ISSN (Print): 2518-5330
www.jirs.uoh.edu.pk

JIRS, Vol.:7, Issue: 1, Jan – June 2022,
DOI: 10.36476/JIRS.7:1.06.2022.13, PP: 99-118

مسئلہ ارتداد کے بارے میں امام ابن تیمیہؒ کے افکار و نظریات کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

Research and Analytical Study of the Thoughts of Imam Ibn Taymiyyah about Apostasy

Dr. Hafiz Noman Ahmad
Lecturer, Govt. Islamia Graduate College, Gujranwala.

Version of Record Online/Print:
20-06-2022

Accepted:
13-06-2022

Received:
31-01-2022

Abstract

After accepting Islam, it is prohibited for any person to abandon Islam and convert to another religion or to adhere to certain principles and acts of worship but rejecting certain other manifest, or consistently proven principles and acts of worship. Ibn Taymiyyah was one of the most popular figures and a talented writer in Islamic history. He has written in detail about apostasy in his literature and mentioned the principles, conditions and manners related to it. In the contemporary era, some resistance and jihadist military movements, in the name of Islamic Jihad, declare all the rulers of the Islamic world and those who support them as apostates for imitating the prevailing political and democratic system and declare their murder obligatory. And connect this violent behavior with the thoughts of Ibn Taymiyyah. Although the fatwas of apostasy issued by militant or jihadi groups against the Muslim people, rulers, officials, political system, and democratic government, is a misinterpretation of Ibn Taymiyyah's fatwas and ignorance of the true spirit of his fatwas. In this situation, there is an urgent need to know and study Ibn Taymiyyah's thoughts and ideas to know his point of view regarding apostasy and the true spirit of his fatwa to end the current terrorism.

Keywords: *jihadi, islamic jihad, fatwa, militant movements, apostasy, terrorism, violent, democracy, armed rebellion, exodus*

CC BY

مسئلہ ارتداد کے بارے میں امام ابن تیمیہؒ کے افکار و نظریات کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر حافظ نعمان احمد،

لیکچرر، گورنمنٹ اسلامیہ گریجویٹ کالج، گجرانوالہ

خلاصہ

اسلام قبول کرنے کے بعد، کسی بھی شخص کے لیے یہ ممنوع ہے کہ وہ اسلام کو چھوڑ کر کسی دوسرے مذہب کو اختیار کرے یا بعض اصولوں اور عبادات پر عمل کرے لیکن بعض دیگر صریح، یا مسلسل ثابت شدہ اصولوں اور عبادات کو رد کرے۔ ابن تیمیہ اسلامی تاریخ کی مقبول ترین شخصیات اور باصلاحیت مصنفین میں سے ایک تھے۔ انہوں نے اپنے ادب میں ارتداد کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے اور اس سے متعلق اصول، شرائط اور آداب کا ذکر کیا ہے۔ عصر حاضر میں بعض مزاحمتی اور جہادی عسکری تحریکیں اسلامی جہاد کے نام پر عالم اسلام کے تمام حکمرانوں اور ان کی حمایت کرنے والوں کو مروجہ سیاسی اور جمہوری نظام کی تقلید پر مرتد قرار دیتی ہیں اور ان کو واجب القتل قرار دیتی ہیں اور اس متشدد رویے کو ابن تیمیہ کے افکار سے جوڑتی ہیں۔ عسکریت پسند یا جہادی گروہوں کی طرف سے مسلم عوام، حکام، سیاسی نظام اور جمہوری حکومت کے خلاف ارتداد کے فتوے جاری کیے جاتے ہیں، لیکن یہ دراصل ابن تیمیہ کے فتاویٰ کی غلط تشریح اور ان کی اصل روح سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ اس صورت حال میں ابن تیمیہ کے افکار و نظریات کو جاننے اور ان کا مطالعہ کرنے کی اشد ضرورت ہے تاکہ ارتداد کے حوالے سے ان کے نقطہ نظر اور موجودہ دہشت گردی کے خاتمے کے لیے ان کے فتاویٰ کی اصل روح کو جانا جاسکے۔

کلیدی کلمات: جہادی، اسلامی جہاد، فتویٰ، عسکری تحریکیں، ارتداد، دہشت گردی، جمہوری نظام، مسلح بغاوت، خروج

امام ابن تیمیہؒ (661ھ-728ھ)، عظیم الشان جہادی ادب کے حامل، ساتویں صدی ہجری کے مجدد اور ایک ایسی عہد ساز شخصیت ہیں جو صاحب قلم بھی ہیں اور صاحب سیف بھی۔ آپ بیک وقت بیسیوں متنوع علوم وفنون کے ماہر اور غیر معمولی و عبقری صلاحیتوں کے مالک تھے۔ آپ نے بہ نسبت دیگر ائمہ دین، مختصر ترین وقت میں اسلامی تہذیب و تشخص کے تحفظ، سماجی بہبود و معاشرتی اصلاح وفلاح، ہر سمت سے مسلمانوں پر حملہ آور اندرونی وبیرونی طاغوتی قوتوں کے مقابلے، جرد و کسروان کے اسماعیلی باطنی فرقہ کی غداریوں اور تاتاری فاتحین کے خلاف جو عملی اقدامات اٹھائے، تاریخ ان کی معترف نظر آتی ہے اور آپ کو اس حوالے سے یکتائے زمانہ قرار دیتی ہے۔ آپ کی تحریک دعوت وجہاد کے زیر اثر دنیا بھر میں مختلف تحریکیں اور نامور شخصیات ابھر کر سامنے آئیں جنہوں نے علمی و عملی میدانوں میں آپ کے افکار و نظریات سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور اپنے لٹریچر میں ان کی نشرواشاعت کا خصوصی اہتمام بھی کیا۔ آپ نے نہ صرف جہاد و قتال کے احکام ومسائل پر ایک گرانقدر علمی ذخیرہ چھوڑا ہے بلکہ بذاتِ خود، سلطان مصر وشام کے ہمراہ عملاً میدان قتال میں اتر کر شمشیر وسناں کے جوہر دکھائے ہیں۔ اور حکومتی عملداری کا قیام ممکن بنایا۔ آپ کی بے شمار خدمات کی وجہ سے آپ کی زندگی میں ہی آپ کو شیخ الاسلام کا لقب دیا گیا۔

تحقیقی سوال

ماضی قریب اور دورِ حاضر میں عرب وعجم کے اندر جہادِ اسلامی کے نام پر بعض مزاحمتی عسکریت پسند تحریکوں کی جانب سے، بلادِ اسلامیہ کے حکّامِ بالا کو مروجہ سیاسی وجمہوری نظام کی تقلید اور عوام وخواص کو، اِن حکمرانوں کی تائید وحمایت کی وجہ سے دین اسلام سے مُرتد قرار دیا جاتا ہے اور محض فتویٰ پر اکتفاء کرنے کی بجائے اِنہیں واجب القتل اور مباح الدم والمال، قرار دیکر اِن کے خلاف مسلح قتال کیا جاتا ہے۔ ان تحریکوں کے متشددانہ طرزِ عمل اور مسلمانوں کو مرتد وکافر قرار دیکر اُن کے خلاف مسلح بغاوت وخروج کے رجحان کو فکرِ ابن تیمیہ سے منتھی کرکے امام صاحب کو قصوروار قرار دیا جاتا ہے۔ لہٰذا موضوعِ بحث کے پیش نظر افکار ونظریاتِ امام ابن تیمیہ کی روشنی میں مسئلہ ارتداد کا مختصر جائزہ وتجزیہ پیش کیا جائیگا تاکہ واضح ہوسکے کہ امام صاحب کے ہاں ارتداد کی حقیقت کیا ہے اور مرتدین کی اقسام، اُن سے قتال کی نوعیت وحکم، ارتداد کی شروط واحکام، ضوابط وقواعد، اور نتائج وعواقب کیا ہیں۔

سابقہ کام کا جائزہ

متذکرہ مسئلہ کی حساسیت اور اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے متعدد محققین نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور امام صاحب کے تصورِ جہاد اور اس کے متعلقات اور مدعیانِ جہاد شخصیات اور تحریکوں کے افکار وکردار پر سیر حاصل ومفید بحث کی ہے، نیز اپنے فہم کے مطابق امام صاحب کے اقوال کو بطور دلیل اور حوالہ استعمال کیا ہے۔ جیسے ڈاکٹر عبدالمجید بن سالم کی "منھج ابن تیمیۃ فی مسألۃ التکفیر" جو 1997ء میں سعودیہ سے شائع ہوئی۔ ڈاکٹر ھانی نسیرۃ کی "متاھۃ الحاکمیۃ اِخطاء الجھادیین فی فھم ابن تیمیۃ" جو بیروت سے 2015ء میں شائع ہوئی۔ اور ان سب کے علاوہ کبار سعودی علماء ومفتیان کی فتویٰ کمیٹی "اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ" کے متعدد فتاویٰ بھی اسی ضمن میں شائع ہوچکے ہیں۔ اسی طرح ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن کی کتاب "اسلام کا قانون ارتداد"، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور کے تحت پہلی مرتبہ اگست 2001ء کو ماڈل ٹاؤن لاہور سے شائع ہوئی۔ مشہور زمانہ محدث علامہ ناصر الدین البانی کی "کتاب التحذیر من فتنۃ التکفیر" اور عبداللہ بن محمد القرافی کی مشہور کتاب "ضوابط التکفیر عند اہل السنۃ والجماعۃ" جن میں فتنہ تکفیر اور فرقہ ہائے باطلہ کو موضوع بنایا گیا ہے، سعودیہ سے چھپ چکی ہیں۔ نیز پاکستانی جامعات میں متعدد مقالہ جات بھی مسئلہ ارتداد کے حوالے سے لکھے جاچکے ہیں جیسے شعبہ علوم اسلامیہ ہائی ٹیک یونیورسٹی، ٹیکسلا پاکستان میں طالبعلم عبدالواحد (سیشن 2014ء) نے ایم فل سطح پر مقالہ بعنوان "پاکستان میں تکفیری فتاویٰ کا تحقیقی مطالعہ (قرآن وسنت کی روشنی میں)" میں تحریر کیا۔ اسی طرح شعبہ علوم اسلامیہ ہری پور یونیورسٹی، خیبر پختونخواہ، پاکستان کے طالبعلم احتشام الحق نے ایم فل سطح کا مقالہ بعنوان "پاکستان میں تکفیری رجحانات کا علمی جائزہ" تحریر کیا جو 2016ء میں جمع کروایا گیا۔ اور شعبہ علوم اسلامیہ، پشاور یونیورسٹی، پشاور پاکستان کے طالبعلم عبدالرحمٰن نے ایم فل سطح کا مقالہ بعنوان "مسئلہ تکفیر قرآنی تناظر میں" کو 1995ء میں لکھ کر مسئلہ ارتداد کو اجاگر کیا۔

منہج بحث

متذکرہ صورتحال کے پیش نظر ضرورت اس امر کی ہے کہ امام صاحب کے فتاویٰ اور جہادی لٹریچر کو مدنظر رکھتے ہوئے مسائلِ جہاد وقتال اور اُن کے اسباب وعلل کے حوالے سے امام صاحب کی علمی وفقہی آراء معلوم کی جائیں اور اُن کے افکار ونظریات کی روشنی میں بالخصوص، مسئلہ ارتداد کا مختصر جائزہ وتجزیہ پیش کیا جائے۔ لہٰذا اس تحقیقی مقالہ میں امام ابن تیمیہؒ کے

نزدیک جہاد کے متعلقات میں سے صرف "مسئلہ ارتداد" پر بحث کی جائیگی اور ارتداد کے مفہوم، ارتداد کی شروط، اصول تکفیر بوجہ ارتداد، موانع ارتداد،

ارتداد کی بابت شرعی احکام اور ان سے ماخوذ و مستفاد قواعد و ضوابط، مسلم حکمرانوں کی تکفیر کی حقیقت اور مسئلہ ارتداد میں احتیاط کے حوالے سے امام ابن تیمیہؒ کے نقطہ نظر کا جائزہ لیا جائیگا۔ جس کے بعد یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائیگی کہ معاصر جہادی تحریکیں یا شدت پسند تنظیمیں امام صاحب کے زمانے میں ان کی جانب سے مختلف مواقع پر جاری کئے گئے جن فتاویٰ (جیسے فتویٰ ماردین، فتویٰ طائفہ ممتنعہ، وضعی قوانین پر فتویٰ اور فتویٰ یستتاب ثلاثا والا قتل وغیرہ) سے استدلال کرتے ہوئے مسلمانوں کی تکفیر کرتی اور انہیں مرتد وواجب القتل قرار دیتی ہیں، کیا واقعتاً موجودہ حالات کے تناظر میں اُن کا اطلاق کلمہ گو مسلمانوں پر کرنا ممکن ہے، یا پھر یہ تنظیمیں و تحریکیں محض اپنے مقاصد کے حصول اور ایجنڈے کی تکمیل کیلئے ایسا کر رہی ہیں۔

فکرِ امام ابنِ تیمیہؒ کے پس منظر میں مسئلہ ارتداد کا تعارف

دین اسلام سے خارج ہو جانیوالے شخص کو مرتد اور اس خروج کو ارتداد کہتے ہیں اور عموما دین اسلام سے کفر کی طرف کسی قول یا فعل کے ساتھ رجوع کرنا بھی، ارتداد کہلاتا ہے۔ امام صاحب کے بقول مرتد وہ شخص ہے جو اسلام لانے کے بعد ایسے قول یا ایسے عمل کا اظہار کرے جو اسلام سے متصادم ہو اور اس سے میل نہ کھاتا ہو۔[1] امام صاحب کے ہاں محض کسی کفریہ عمل کے ارتکاب پر کوئی شخص مرتد قرار نہیں پاتا بلکہ کسی شخص یا جماعت پر، ارتداد یا تکفیر کا حکم لگانے سے قبل بعض شرائط اور احوال کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے۔چونکہ امام صاحب کے نزدیک مرتدین کے خلاف جہاد و قتال، دینِ اسلام اور اعلائے کلمتہ اللہ کی سربلندی کیلئے کئے جانیوالے جہاد فی سبیل اللہ کے زمرے میں آتا ہے، اس لئے آپ نے مقاتلین کے اعتبار سے جہاد کی چند انواع واقسام ذکر کی ہیں اور اپنے اِس مقدمہ کی بنیاد، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرنیوالوں پر دنیاوی سزاؤں کی دو اقسام بیان کرکے رکھی ہے۔

امام صاحب لکھتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے پر جو سزا (دنیا میں) لازم آتی ہے وہ دو طرح کی ہے، ایک سزا تو وہ ہے جو مقرر و مقدر ہے (جیسے چوری، زنا، شراب نوشی اور قذف وغیرھا) اور دو ایک، یا چند افراد کیلئے ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کے مرتکب ہوں، اس معنی میں یہ سزا بطور حد ہے۔ جبکہ دوسری سزا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ان نافرمانوں (طائفہ ممتنعہ) کی ہے جو خود ایک مضبوط اور طاقتور گروہ کی شکل میں ہوں اور راہِ اسلام میں حائل ومزاحم ہوں (اور قتل و قتال پر تُل جائیں)، جبکہ اسلامی حکومت کیلئے ان کو سزا دینا بھی، اِن سے قتال کئے بغیر ممکن ہی نہ ہو۔ اس معنی میں یہ سزا بطور جہاد فی سبیل اللہ ہو گی، گویا یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں کے خلاف لڑائی ہے۔ کفار سے جہاد کی عمومی دلیل سے استدلال کرتے ہوئے امام صاحب فرماتے ہیں:

> "فأصل هذا هو جهاد الكفار أعداء الله ورسوله فكل من بلغته دعوة رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى دين الله الذي بعثه به فلم يستجب له ؛ فإنه يجب قتاله، حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ" (الانفال: 39)[2]

> "اس (مقدمہ) کی اصل اور دلیل، کفار سے جہاد ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمن ہیں کیونکہ ہر فرد و بشر جسے اللہ کے رسول ﷺ کی، اللہ کے اس دین کی طرف (بلانے کی) وہ

دعوت پہنچ جائے جو انہیں اللہ تعالیٰ نے دے کر مبعوث کیا ہے اور وہ اسے قبول نہ کرے، تو اس کے خلاف قتال کرنا واجب ہے (اور بقول قرآن مجید) یہاںتک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کیلئے خالص ہو جائے۔"

یہاں یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے جس شریعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے، اس کا انکار کرنا ''فتنہ'' ہے اور اتمام واکمال دین کے منافی ہے لہٰذا اس انکار کے مرتکب کفار، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے محارب ہیں اور ان سے قتال بھی اسی بنیاد پر کیا جائیگا۔ اس کے بعد امام موصوف، جہاد کی عظمت وفضیلت بیان کرتے ہیں اور پھر لکھتے ہیں:

''وإذا كان أصل القتال المشروع هو الجهاد ومقصوده هو أن يكون الدين كله لله وأن تكون كلمة الله هي العليا فمن امتنع من هذا قوتل باتفاق المسلمين''[3]

''اور جائز وآئینی قتال کی اصل وبنیاد، درحقیقت جہاد ہے اور جہاد کا مقصود اصلی یہ ہے کہ دین کل کا کل (خالصتاً) اللہ کا ہو جائے اور کلمہ الٰہی بلند ہو، لہٰذا جو شخص راہ جہاد میں مزاحم ہو (روک کر منع کرکے رکاوٹ پیدا کرے یعنی اسلام پر کاملاً عمل پیرا ہونے کی بجائے جزوی طور پر اسے لے) تو تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔''

امام صاحب کے نزدیک مقاتلین گروہوں کی اقسام

متذکرہ بالا دو اقوال اور ان کے علاوہ امام صاحب کی جانب سے اس باب میں دیگر توضیحات سے مترشح ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک جہاد، محض کفار تک محدود نہیں بلکہ آپ ان لوگوں سے بھی جہاد کے قائل ہیں جو مسلمان کہلوانے کے باوجود حقوقِ اسلام میں تخفیف و تحریف اور قرآن وسنت پر کلی طور پر عمل کرنے سے کنی کتراتے ہیں، اسلام کو جزوی طور پر لیتے ہیں، ریاست کا امن وسکون داؤپر لگاتے ہیں اور ملک وملت میں افتراق واختلاف کی کوشش کرتے ہیں۔ یوں آپ کے نزدیک دارالاسلام، دین کامل اور ملت اسلامیہ کا دفاع وتحفظ، جہاد وقتال میں شامل ہے جس کیلئے جہاد وقتال، ہر دو نوعیت یعنی اقدامی بھی جائز ہے اور دفاعی بھی لیکن کچھ مخصوص شرائط اور احوال کے ساتھ۔ اپنی کتب وفتاویٰ جات میں آپ نے ان شرائط واحوال کا تذکرہ جابجا بھی فرمایا ہے۔ اس طرح کفار کے علاوہ، طائفہ ممتنعہ، یعنی شرائع اسلام کی حق تلفی کرنے یا ان کو جزوی طور پر لینے یا ظاہر ومتواتر احکام شرعیہ میں سے بعض کی تنفیذ وتطبیق میں مزاحم ومتساہل، منحرف ومنکر اور متأول گروہوں اور ان لوگوں سے جہاد کیا جاسکتا ہے جو دین ودنیا، مال وعیال اور امن وامان کے دشمن بن جائیں۔ یوں امام صاحب کے نزدیک مقاتلین کے تین گروہ بن جاتے ہیں:

1۔ کفار ومشرکین (ظاہری کفار) سے جہاد

اس سے مراد ظاہری کفار یعنی یہود ونصاری، مشرکین اور مجوسی وغیرھم [4] کے خلاف جہاد کرنا ہے۔ اس کی کچھ تفصیل ہے جس کا تذکرہ یہاں مقصود نہیں۔ اس قسم میں امام صاحب کے ہاں جہاد وقتال اقدامی ودفاعی، ہر دو نوعیت کا ہوتا ہے۔

2۔ ظاہر ومتواتر احکامِ شرعیہ کی تنفیذ وتطبیق میں مزاحم گروہوں سے جہاد

اس سے مراد شریعت اسلامیہ کے ظاہری اور تواتر سے ثابت شدہ احکامات میں سے بعض کی تنفیذ وتطبیق میں رکاوٹ کھڑی کرنے والے، ان کے التزام میں سستی وکاہلی کا مظاہرہ کرنے والے، ان سے منحرف ہونے اور ان کا انکار کرنے والے، یا ان کی بابت من پسند تاویل کرنے والے گروہوں سے جہاد ہے۔ ان گروہوں میں زندیق منافقین (باطنی کفار) کا گروہ، مرتدین کے

مختلف گروہ، باغیوں کے مختلف گروہ اور گروہِ خوارج شامل ہیں۔ اِن گروہوں میں سے یہاں صرف مرتدین اور اُن کے مختلف گروہوں کا تذکرہ مقصود ہے۔ نیز اِس قسم میں بھی امام صاحب کے ہاں جہاد و قتال اقدامی و دفاعی، ہر دو نوعیت کا ہوتا ہے۔

3۔ مُفسدین فی الارض اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے محاربین سے جہاد

اس سے مراد تحفظ دین و دنیا اور مال و عیال کے دفاع میں جہاد کرنا ہے۔ ایسے افراد یا گروہ جو زمین میں کسی بھی انداز میں فتنہ و فساد پھیلاتے ہیں اور امن عامہ میں دخیل ہوتے ہیں، ان کے گروہ، کاروائیوں کی نوعیت اور ان سے جنگ کے انداز کا تذکرہ امام صاحب نے بالتفصیل کیا ہے جو یہاں مقصود نہیں۔

مقاتلین گروہوں میں سے مرتدین کے خلاف جہاد و قتال

امام صاحب کا مؤقف ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ پڑھا ہے اس سے کسی صورت بھی قتال نہیں ہو سکتا،[5] لیکن آپ نے حقوقِ اسلام کی حق تلفی کرنے پر، کلمہ گو ہونے کے باوجود، ایسے تمام گروہوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ بھی دیا ہے جو شریعت اسلامیہ کے ظاہری اور تواتر سے ثابت شدہ احکامات میں سے بعض کی تنفیذ و تطبیق میں رکاوٹ کھڑی کرتے ہیں یا ان کا انکار کرنے کی جسارت کرتے ہیں یا ان کی بابت من پسند تاویل اختیار کرتے ہیں۔ انہیں گروہوں میں سے ایک مرتدین کا گروہ ہے جس کے بارے امام صاحب نے بالتفصیل لکھا ہے۔

امام صاحب کے نزدیک اِرتداد کی اقسام اور اُن کا حکم

امام صاحب کے نزدیک دین اسلام سے نکل کر کفر کی طرف لوٹ جانیوالے مرتدین کا ارتداد، دو طرح کا ہوتا ہے:

1۔ مجرد ارتداد

اس سے مراد ایسی نوعیت کا ارتداد ہے جس کے مرتکب مرتد شخص سے توبہ کرنے کا مطالبہ کیا جائیگا، اگر وہ توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائیگا۔ مثلاً کوئی محارم سے نکاح کر لے یا لواطت، شراب، جوا، زنا اور مردار کو حلال قرار دے وغیرہ۔

2۔ مغلظ ارتداد

اس سے مراد ایسی سخت یا بدترین نوعیت کا ارتداد ہے جس کے مرتکب مرتد شخص سے توبہ کروانے کی ضرورت پیش نہیں آتی بلکہ اسے گرفتار کرتے ہی قتل کر دیا جائیگا۔[6] جیسے قبیلہ عرینہ والوں کو آپ ﷺ نے طلب توبہ کے بغیر قتل کرنے کا حکم دیا تھا، اسی طرح ابن خطل، مقیس بن صبابہ اور ابن ابی صرح سے توبہ کا مطالبہ کئے بغیر آپ ﷺ نے ان کا خون رائیگاں قرار دیا تھا، ان میں سے دو کو صحابہ نے قتل کر دیا تھا جبکہ ایک توبہ کرنے کیلئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور آپؐ کی اس کے بارے میں بھی صحابہ کرامؓ سے یہی تمنا تھی کہ اس کو قتل کر دیتے۔[7]

ارتدادِ مجرد اور ارتدادِ مغلظ کی حقیقت

امام صاحب کے بقول ان دو قسموں کی بناء پر ایک مرتد کو قتل کرنے کی دلیل شریعت اسلامیہ میں موجود ہے اور توبہ کی بنا پر قتل ساقط ہونا، ان دونوں قسموں کو عام (یعنی ان پر مشتمل) نہیں، بلکہ صرف پہلی قسم "مجرد ارتداد" کو شامل ہے، جیسا کہ مرتد کی توبہ قبول کرنے کے دلائل پر تدبر اور غور و فکر کرنے والے کے شخص کیلئے ظاہر و واضح ہو جاتا ہے۔ اور باقی رہی دوسری قسم یعنی "ارتداد مغلظ" تو اس کے مرتکب کیلئے قتل کئے جانے کا وجوب دلائل سے ثابت ہو چکا ہے اور کسی نص اور اجماع سے اس قتل کا ساقط ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ نیز ظاہر اور صاف فرق موجود ہونے کی بناء پر اس میں قیاس کرنا ممکن نہیں، لہٰذا دونوں اقسام کا باہمی

الحاق نہیں ہو سکتا۔[8]

امام صاحب کے نزدیک مُرتدین کی اقسام اور اُن کا حکم

امام ابن تیمیہؒ کے ہاں کسی کے مرتد ہونے کی انواع واقسام یا صورت وانداز، دو طرح کے ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں:

1۔ فرد واحد کا مرتد ہونا

اگر مرتد ہونے والا ایک شخص ہو تو (فوری قتل کی بجائے) پہلے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا، اگر وہ اپنا ایمان ظاہر کرے تو اس کے ظاہری اقرار کو قبول کرتے ہوئے اس کے باطن کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے گا۔ کیونکہ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ اگر وہ اپنے ایمان کے اقرار میں سچا نہ ہوا تو منافقین میں شمار کیا جائے گا، جیسے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر منافقین، آپ ﷺ کے پاس آ کر قسمیں اٹھارہے تھے اور معذرتیں پیش کر رہے تھے۔ نیز اگر فرد واحد مرتد ہو جائے اور اس کے ارتداد پر ثبوت و گواہی بھی مل جائے، لیکن وہ اس کا انکار کر دے اور کلمہ شہادت پڑھ لے، تو اس صورت میں اس کو مسلمان ہی سمجھا جائے گا اور اس اسلام کی وجہ سے اس کا خون اور مال، حرام ہو جائیگا۔[9]

2۔ ایک جماعت کا مرتد ہونا

مرتد ہونے والے لوگ اگر ایک پوری جماعت ہوں اور ان کے پاس طاقت وقوت بھی ہو، تو ان کے ساتھ قتال سے قبل انہیں شریعت الٰہیہ کے التزام واہتمام کی دعوت دی جائیگی، اگر وہ احکاماتِ شریعت کا التزام واہتمام کرنے پر رضامند ہو جائیں تو ان سے محض زبانی کلامی معاہدے پر اکتفاء کرنے کی بجائے پختہ معاہدہ (یعنی اسٹام) کروالیا جائیگا اور ان سے گھوڑے اور اسلحہ واپس لے کر اپنی تحویل میں لے لیا جائیگا۔ جس طرح کہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے مرتدین کے ساتھ مطیع ہو جانے تک یہی سلوک کیا تھا۔ پھر ان کے پاس معلّمین کو بھیجا جائے جو ان کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کریں اور ان کو نمازیں پڑھائیں۔ ان مطیع ہو جانے والوں میں سے بعض افراد کو اسلامی لشکر کی خدمت پر مقرر ومامور کیا جائے، ان لوگوں کو مسلمانوں گروہ کے اندر رکھا جائے، لشکر کے گھوڑوں پر سواری ان کیلئے ممنوع قرار دی جائے اور اس وقت تک ان کو اسلحہ نہ تھمایا جائے جب تک یہ راہ راست پر نہ آجائیں۔

اگر یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دعوت پر لبیک کہہ دیں تو ٹھیک، بصورت دیگر ان مرتدین سے اس وقت تک قتال کرنا واجب ہوگا جب تک یہ شریعت اسلامیہ کے ظاہری احکام کا التزام و پابندی نہ کریں۔ مرتد گروہ کے حوالے سے یہ احکامات مسلمان علماء کے ہاں متفق علیہ ہیں۔[10]

امام صاحب کے نزدیک جماعتِ مرتدین میں ارتداد کی نوعیت کے اعتبار سے گروہ اور اُن کا حکم

مرتدین کی جماعت میں سے ارتداد کی نوعیت کے اعتبار سے تین گروہ ہیں ۶۹۹ھ میں جب تاتاری[11] حلب پر حملہ آور ہوئے تو امام صاحب نے عوام کے نام اپنے ایک طویل خط میں جہاں انہیں ایمان و تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ کی نصیحت کی، وہیں تاتاریوں کے چار گروہوں کا تذکرہ بھی کیا۔ ان میں سے پہلے گروہ کے متعلق بتایا کہ وہ صریح کافر ہے اور اپنے کفر پر قائم ودائم ہے۔ جیسے کرج، ارمن اور مغول۔ جبکہ بقیہ تین گروہ جو مرتد ہیں اور ان سے جہاد وقتال کے حکم کی وضاحت بھی کی۔ چنانچہ جماعتِ مرتدین میں ارتداد کے اعتبار سے، مرتدین کے تین گروہ یہ ہیں:

1۔ مکمل طور پر دین سے مرتد ہو جانیوالے گروہ سے اقدامی قتال

رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد مسلمانوں میں سے ہی ایک گروہ مکمل طور پر دین سے مرتد ہو گیا تھا۔ اسی طرح

تاتاریوں کا بھی ایک گروہ، جس میں عرب، فارس اور روم وغیرہ کے لوگ تھے، جو پہلے مسلمان تھے پھر اسلام سے مرتد ہو کر اپنی ایڑھیوں کے بل پھر گئے۔ کئی وجوہ سے ان کا جرم، اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مؤمنین کے ہاں، اصلی کفار سے بھی بڑا ہے۔ اس پس منظر کے بعد ان مرتدین کا حکم بیان کیا کہ ان سے اس وقت تک حتمی طور پر اقدامی قتال کرنا واجب ہے جب تک یہ لوگ دین اسلام میں دوبارہ داخل نہیں ہو جاتے جیسے اس سے نکلے تھے۔[12]

اصلی و حقیقی کفار کے برعکس و بالمقابل ان مرتدین کے بارے جمہور کا اتفاق ہے کہ جب تک یہ لوگ حالتِ ارتداد پر قائم ہیں، نہ ان سے کسی ذمہ داری کا کوئی معاہدہ کرنا جائز ہے، نہ صلح جائز ہے، نہ امان جائز ہے، نہ ان کا قیدی رہا کرنا جائز ہے اور نہ ہی اسے بطور فدیہ، کسی قسم کے مال کے بدلے یا انسانوں میں سے کسی کے عوض میں آزاد کرنا جائز ہے۔ اسی طرح ان کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا نہ ان کی عورتوں سے نکاح ہوگا اور نہ ہی مرتد ہونے کی حالت میں ان کو غلام بنانا جائز ہے۔ بلکہ علماء کا اتفاق ہے کہ ان میں سے جو بھی جنگ و قتال کریگا (قتال کا اہل یعنی محارب ہوگا)، اسے قتل کر دیا جائیگا اور اسے بھی قتل کر دیا جائیگا جو نا قابلِ قتال (غیر محارب) ہوگا، جیسے بوڑھے، اندھے اور اپاہج اور جمہور کے نزدیک اس غیر محارب کے حکم میں ان کی عورتیں بھی شامل ہیں انہیں بھی قتل کر دیا جائیگا۔[13]

2۔ دین کے بعض حصے سے مرتد ہو جانیوالے گروہ سے اقدامی قتال

یہ لوگ مکمل دین کی بجائے دین کے بعض حصے سے مرتد ہونے والے ہیں، مثلاً انہوں نے کہا ہم نماز پڑھیں گے لیکن زکوۃ نہیں دینگے۔[14] تاتاریوں میں اس کے مشابہہ ایک گروہ تھا جس کے بارے امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ لوگ کافر تھے، پھر اسلام کی طرف منسوب ہوئے لیکن شرائع اسلام کی پابندی اور ان کا التزام نہیں کرتے، نہ نماز پڑھتے ہیں نہ زکوۃ دیتے ہیں نہ حج کرتے ہیں نہ دیگر مسلمانوں کی جان اور مال سے اپنا ہاتھ روکتے ہیں نہ فی سبیل اللہ جہاد کرتے ہیں اور نہ ہی یہود و نصاری سے جزیہ لیتے ہیں۔[15]

مرتدین کے اس گروہ سے اقدامی قتال کے وجوب پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبرؓ نے مانعینِ زکوۃ سے جہاد کیا۔ بلکہ یہ لوگ تو ان معانعین زکوۃ سے بھی کئی وجوہ کے اعتبار سے بدترین ہیں۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ نے امیر المؤمنین سیدنا علیؓ کے ہمراہ خوارج سے قتال کیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خوارج کی مختلف صفات بیان کرتے ہوئے ان سے قتال کا حکم دیا تھا، باوجودیکہ وہ خوارج بکثرت نماز و روزہ اور تلاوت قرآن کے پابند تھے۔ اور سیدنا علیؓ اور ان کے ہمراہ صحابہؓ سمیت کسی اور صحابیؓ نے بھی خوارج سے قتال پر اختلاف نہیں کیا، جیسے انہوں نے اہل بصری اور اہل شام کے خلاف قتال پر اختلاف کیا تھا کیونکہ وہ مسلمانوں سے جنگ تھی، خوارج سے نہیں۔ لہٰذا یہ مرتدین ان خوارج سے بھی، من غیر وجہ، بدتر ہیں حالانکہ وہ عقائد میں ان مرتدین جیسے نہیں تھے اور ان مرتدین میں ایسے لوگ بھی شامل ہیں جو مسلمانوں کے بارے وہی رائے رکھتے ہیں جو خوارج کی رائے ہے۔[16]

3۔ دینِ خالص یا شرائع اسلامی سے مرتد ہو جانیوالے گروہ سے اقدامی قتال

تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جو رسول اکرم ﷺ کے لائے ہوئے خالص دین اسلام سے مرتد ہو گئے اور ان کی حالت یہ ہو گئی کہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے باوجود بھی، وہ خود ساختہ جھوٹے نبیوں پر ایمان لے آئے، جیسے مسیلمہ کذاب اور دیگر جھوٹے نبوت کے دعویداران، چنانچہ یہ قسم ان لوگوں کی ہے جن سے قتال کرنا واجب ہے۔[17] یہ گروہ، پہلے دو سے بھی بدتر ہے

کیونکہ یہ لوگ شرائعِ اسلام سے ہی مرتد ہو گئے (یعنی نماز و روزہ وغیرہ کا ہی انکار کر دیا) لیکن خود کو منسوب اسلام کی طرف ہی کرتے ہیں (یعنی اس کے باوجود خود کو مسلمان کہتے اور سمجھتے ہیں)۔ یہ لوگ کافر مرتد ہیں اور اسلام میں (اپنے گمان کے مطابق) اس کے شرائع کے التزام واہتمام کے بغیر ہی داخل ہو گئے ہیں حالانکہ یہ اسلام کے نام کی بجائے اسلام کے شرائع سے مرتد ہیں۔ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اس گروہ سے اقدامی قتال اس وقت تک واجب ہے جب تک یہ شرائعِ اسلام کا التزام واہتمام نہیں کرتے۔ تب تک ان سے قتال ہوگا جب تک فتنہ باقی ہے اور دین سارے کا سارا اللہ تعالیٰ کا نہیں ہو جاتا اور اللہ کا کلمہ، جو اس کی کتاب قرآن مجید ہے اور جو اس کے اندر اوامر و نواھی اور خبریں ہیں، بلند نہیں ہو جاتا۔[18]

امام صاحب کے نزدیک ارتداد (اور تکفیر) کے فتویٰ سے قبل شرائط

امام صاحب کے نزدیک کسی شخص کے مرتد ہونے کی شروط بنیادی طور پر چار ہیں جو درج ذیل ہیں:

1۔ عاقل و بالغ ہونا

کسی شخص کو مرتد قرار دینے کیلئے لازمی شرط یہ ہے کہ وہ اپنے پورے ہوش وحواس کے ساتھ کفریہ قول یا عمل کا مرتکب ہو رہا ہے، نہ وہ نیند میں ہے نہ مجنون ہے نہ پاگل ہے، بصورت دیگر اس کے حق میں ارتداد کا حکم نافذ نہ ہوگا۔[19]

2۔ اپنے قول و فعل پر اختیار ہونا

کسی شخص کو مرتد قرار دینے کیلئے لازمی شرط یہ ہے کہ وہ اپنے اختیار اور مرضی کے ساتھ کفریہ قول یا فعل کو اختیار کر رہا ہے، یعنی اسے اپنے قول و فعل پر مکمل اختیار حاصل ہے، اگر کلمہ کفر کہنے پر وہ مجبور کیا گیا ہے تو طمانیت قلب کے ساتھ وہ اگر کلمہ کفر کہہ بھی دے تو اس کیلئے بامر مجبوری یہ جائز ہے، لہٰذا اس پر ارتداد کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔[20]

3۔ غلطی کی بجائے قصد وارادے سے قول و عمل اختیار کرنا

کسی شخص کو مرتد قرار دینے کیلئے لازمی شرط یہ بھی ہے کہ وہ اپنے قول یا عمل سے کفر کا اظہار کرے۔ لیکن مسلمان ہونے کے باوجود اگر بغیر قصد وارادہ محض سبقت لسانی کی وجہ سے کفریہ کلمہ منہ سے نکل جائے تو ایسے شخص کی تکفیر نہیں ہوگی۔[21] مثلاً اگر کوئی عالم دین اچھا مسلمان ہو لیکن اپنے کلام (گفتگو یا تحریر) میں بلا ارادہ و قصد کوئی (کلمہ کفر بول کر) غلطی کر جاتا ہے تو یہ اس کی تکفیر اور اس پر حکمِ ارتداد کا موجب نہیں۔[22]

اسی طرح ایسا بدعتی شخص جو اپنے گمان (یا اجتہاد) کے مطابق، رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی بجائے موافقت کی نیت سے کوئی ایسا کلمہ بولے یا عمل کرلے جس کے متعلق یہ سمجھ لیا جائے (دوسرے لوگوں کو معلوم ہو جائے) کہ یہ کفر ہی ہے، تب بھی اس شخص پر ارتداد و کفر کا فتویٰ و حکم نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ وہ اپنی اس نیت وارادے کی بنیاد پر کافر نہیں ہے اور اس کا کفر اس شخص کے کفر جیسا بھی نہیں جو رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرتا ہے۔[23]

4۔ قول و فعل کے کفریہ ہونے کا علم ہونا

اگر کوئی مسلمان، مؤمن شخص علم کی کمی یا جہالت کی بنیاد پر کوئی ایسا کام کرتا ہے جس کا کرنا، کفر ہے، یا کم علمی و جہالت میں کسی کفریہ قول یا فعل کی تاویل کرتا ہے، تو بھی اس پر کفر وارتداد کا حکم نہیں لگایا جائیگا۔ لیکن اگر وہ جانتے بوجھتے اور علم ہونے کے باوجود ایسے قول و عمل کا مرتکب ہو تو (اور گزشتہ تینوں شرائط بھی پائی جائیں) تو اس پر حکم کفر لگایا جائیگا۔ کیونکہ ایمان کی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ بندے کے پاس مکمل علم ہو کیونکہ جہالت کی بنیاد پر کسی (واجب الایمان) چیز پر ایمان نہ لانا، موجب

تکفیر وارتداد نہیں اور شریعت پر ایمان واقرار کے باوجود اس کی تبلیغ بھی ضروری ہے۔ اگر کسی (واجب الاتباع یا واجب الایمان) مسئلہ میں کسی شخص کے پاس بلاد کفر یا دور دراز علاقوں میں رہنے کی وجہ سے اس کی دعوت و تبلیغ نہیں پہنچی، تو بھی اس پر ارتداد و تکفیر کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ مختصر یہ کہ کفریہ قول وفعل کے بارے یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ وہ کفر ہے اور کسی کفریہ قول وفعل سے جہالت یا اس کے احکامات کی عدم معرفت اور اس کے بارے عدم دعوت و تبلیغ، کا مطلب ہے کہ اس شخص پر حجت شرعی قائم نہیں ہوسکی لہٰذا اس کے متعلق ارتداد اور تکفیر کا فتویٰ یا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔[24]

امام صاحب کے نزدیک ارتداد (اور تکفیر) کے فتویٰ سے قبل احکامات

امام صاحب کے ہاں ارتداد (اور تکفیر) کے فتویٰ سے قبل چند ضروری احکامات کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے جیسے:

1۔ فتویٰ صادر کرنے کی ذمہ داری کا تعین کرنا

کسی شخص کے بارے میں ارتداد کا فتویٰ صرف مذاہبِ ائمہ کے علماء ہی صادر کرسکتے ہیں اور کسی جاہل کو علماء کی تکفیر پر مسلط کرنا بہت عظیم منکر ہے۔[25]

2۔ موانعِ تکفیر کی نفی اور شرائطِ تکفیر کا مکمل ہونا

کسی شخص کی بابت تکفیر کا فتویٰ اس وقت تک نہیں دیا جاسکتا جب تک تکفیر کی شرائط پوری نہ ہوں اور موانعِ تکفیر کی نفی نہ ہو۔ کیونکہ ایمان کا تعلق ان اشیاء سے ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے ہی حاصل ہوتی ہیں لہٰذا ایمان کی نفی کیلئے تکفیر کا فتویٰ لوگوں کی خواہشات اور گمانوں کی بنیاد پر نہیں دیا جاسکتا۔[26]

3۔ علماء کی غلطی وخطاء پر عدم تکفیر کرنا

علماء کی (اجتہادی یا سبقت لسانی وغیرہ جیسی) غلطی وخطاء کی وجہ سے جہلاء کی جانب سے ان کی تکفیر کرنا بہت بڑا منکر ہے۔ اور خطاء کے باوجود بھی مسلمانوں کے علماء پر سے دفعِ تکفیر کرنا، اغراض شرعیہ میں سب سے زیادہ حق رکھنے والا عمل ہے۔[27]

4۔ مختلف فیہ فعل کے ارتکاب پر کفر کا فتویٰ نہ لگانا

کسی ایسے شخص پر ارتداد کا حکم نہیں لگایا جاسکتا جو کسی ایسے فعل کا مرتکب ہو جس میں علماء کا اختلاف ہے، بعض علماء نے اس کی اجازت دی ہے تو بعض نے انکار کیا ہے۔[28]

امام صاحب کے ہاں معتبر ارتداد اور اس کے نتائج و عواقب

جن لوگوں کا ارتداد معتبر ہوتا ہے وہ اور ان کے ارتداد کے چند نتائج و عواقب حسب ذیل ہیں:

1۔ احکام شرعیہ پر جزوی ایمان رکھنا:

مرتد ہونے کیلئے ضروری نہیں کہ کوئی شخص مکمل شریعت اسلامیہ سے ہی مرتد ہو جائے بلکہ اگر وہ شریعت کے بعض احکامات پر ایمان رکھتا ہے اور بعض سے مرتد ہو جاتا ہے تو بھی وہ مرتد ہی شمار کیا جائیگا۔ مثلاً جو شخص سیدہ عائشہؓ کی براءت کے بارے آیات کے نزول کے بعد بھی ان پر قذف کا مرتکب ہوگا تو وہ کافر اور مرتد قرار پائے گا۔[29]

2۔ اتباعِ رسول ﷺ سے خروج کرنا:

اتباع رسول ﷺ سب (خاص وعام) پر واجب ہے لہٰذا جو شخص کسی (بھی عام وخاص شخصیت) کے بارے یہ اعتقاد رکھتا

ہے کہ وہ اتباع رسول ﷺ سے خارج ہے (یا اسے اتباع کی ضرورت نہیں) تو وہ کلمہ گو ہونے کے باوجود کافر ہے۔[30]

3۔ ارکان ایمان میں کمی وبیشی:

اگر کوئی شخص ارکانِ ایمان میں سے کسی ایک رکن کا بھی انکار کرتا ہے یا عملًا اس کو چھوڑ دینا، تو وہ کفر کرتا ہے۔[31] اور اگر وہ ان ارکانِ ایمان کے متناقض کوئی عمل کرتا ہے جیسے غیر اللہ پر توکل، غیر اللہ سے دعا[32] غیر اللہ سے مدد مانگنا اور جمہور علماء کے نزدیک جادو ٹونہ کرنا،[33] یہ عقیدہ رکھنا کہ مساجد کی نسبت قبروں پر دعاء اور ذکر کرنا افضل ہے[34] کعبۃ اللہ کے علاوہ کسی اور جگہ کا طواف کرنا، کفار کے شعائر، جیسے کنیسہ (چرچ)، پادریوں کی قبور، ان پر نذر ونیاز جیسے امور کی تعظیم کرنا وغیرہ، کفار کی عیدوں اور تہواروں پر جانور ذبح کرنا تاکہ ان کا قرب حاصل ہو اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شان میں تقصیر و کمی بیان کرنا، یا ان جیسے دیگر امور کو سرانجام دینے والا مسلمان شخص، کفر کا مرتکب ہوتا ہے۔[35]

4۔ ظاہر ومتواتر فرائض کے ترک کرنے کو حلال سمجھنا:

کسی شخص یا افراد کا شریعت کے ظاہری اور تواتر سے ثابت شدہ احکامات کے ترک کرنے کو حلال اور جائز سمجھ لینا۔ مثلا جیسے ارکان اسلام (نماز، روزہ، زکوۃ اور حج وغیرہ) میں سے کسی رکن کو ترک کرنا،[36] اسی طرح نماز کو بغیر وضو کے پڑھنا یا قبلہ رخ ہونے کی بجائے کسی اور جانب رخ کرکے پڑھنا وغیرہ۔[37]

5۔ محرمات ظاہرہ ومتواترہ کو حلال سمجھنا:

ایسا مرتد شخص جو ظلم وستم، فحاشی وبے حیائی، شراب وجوا، بدکاری وزنا، لواطت اور عورتوں اور لڑکوں کی طرف بد نظری کا مظاہرہ کرتا ہے اور اسے حلال قرار دیتا ہے۔[38]

6۔ ظاہر ومتواتر حلال چیزوں کی حلت کا انکار کرنا:

کسی شخص یا افراد کا ان حلال اشیاء کی حلت کا ہی انکار کر دینا جو ظاہر وتواتر سے حلال وطیب قرار پاتی ہیں۔ مثلا روٹی، گوشت، پانی، نکاح، لباس اور مسواک وغیرہ۔[39]

7۔ مذکورہ بالا امور کے بارے ترک ایمان، شک وشبہ یا ان سے اعراض کرنا:

جس طرح مذکورہ بالا امور واعمال پر ایمان نہ رکھنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے اسی طرح ان کے بارے شکوک وشبہات میں مبتلا رہنا، حسد (وبغض) رکھنا، تکبر کرنا یا ان کے بارے بعض بدعتیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان سے اعراض اور قطع نظر کرتے رہنا اور انہیں خاطر میں نہ لانا وغیرہ سے بھی انسان، دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔[40] اسی طرح کسی ایسے انسان کے کافر ہونے میں شک کرنیوالا جو کسی دوسرے انسان کو خدا (معبود) مانتا ہو، یا وہ حلول واتحاد (صوفیانہ اصطلاحات) کا داعی ہو، وہ شخص ایسا ہی ہے جیسا ہو کسی یہودی وعیسائی اور مشرک کے کافر ہونے میں شک رکھتا ہے۔[41]

8۔ اعمال کا ضائع ہو جانا:

مسلمان کے مرتد ہو جانے پر قرآن مجید کی نص کے مطابق، اس کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور اس سلسلہ میں امام صاحب اور فقہاء میں کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ فقہاء کے مابین اختلاف اس بات پر ہے کہ مرتد کے اعمال اس کے ارتداد کے ارتکاب کے وقت ضائع ہوتے ہیں یا موت کے وقت۔۔۔[42]

9۔ متفرق نتائج و عواقب:

مرتدین سے صلح کا معاہدہ نہیں ہوگا، نہ ان کو امان ملے گی، نہ ان کی ذمہ داری کا عقد و پیمان ہوگا، نہ انہیں غلام و لونڈیاں بنائے جائیگا، نہ ان کو غلامی سے آزادی دی جائیگی، نہ فدیہ ور جال کے عوض فدیہ ور جال قبول کیئے جائیں گے، نہ ان کی خواتین سے نکاح ہوگا، نہ ان کا ذبیحہ مسلمان کیلئے حلال ہوگا بلکہ مرتدین کو قتل کیا جائیگا، [43] اور قتل یا طبعی موت کے بعد نہ انہیں غسل دیا جائیگا، نہ نماز جنازہ ادا ہوگی اور نہ مسلمانوں کے قبرستان میں ان کی تدفین ہوگی [44] بلکہ ان کی وراثت بھی صرف ان کے مسلمان وارث کو ہی ملے گی۔[45]

مرتد کا حکم اور سزا کی نوعیتیں اور صورتیں

امام صاحب کے نزدیک مرتد، اپنے کفر کے اعتبار سے، اصلی کافر سے بھی بڑا (گناہگار، مجرم یا کافر) ہے۔ جس شخص کے آباء واجداد مسلمان ہوں اور وہ خود مرتد ہو جائے، اپنی نوعیت کے اعتبار سے اِس شخص کا کفر، اُس شخص کے کفر سے بھی بدتر ہے جو مسلمان ہوا اور پھر مرتد ہوگیا۔[46] بہرحال امام صاحب کے نزدیک مرتد کی سزا کا حکم اور سزا کی نوعیتیں و صورتیں، یا توبہ اور قبول اسلام پر معافی کے حکم کی صورتیں درج ذیل ہیں:

1۔ اسلام قبول کرنے یا توبہ کرنے کی صورت میں حکم

مرتد شخص جب اسلام قبول کرلے تو اس کا خون اور مال محفوظ قرار پائے گا۔[47] مرتد ہو جانیوالا شخص جب دوبارہ اسلام کی طرف لوٹ آئے تو دوران ارتداد جو اس نے فرائض وواجبات ترک کردیئے تھے ان کی ادائیگی اس پر واجب نہ ہوگی، اگرچہ اس مسئلہ میں فقہاء کے مختلف اقوال بھی ملتے ہیں، بہرحال مشہور قول کے مطابق ایسے شخص نے ارتداد سے قبل (فرائض وواجبات میں سے) جو کچھ ترک کیا تھا، اس کا التزام کرنا اس کے ذمہ ہوگا۔[48] اگر مرتد دوران ارتداد کسی کافرہ عورت سے شادی کرلے اور بعد میں وہ دونوں مسلمان ہو جائیں تو ان کا نکاح برقرار رہے گا، البتہ مرتد کی توبہ جب قبول کرلی جائے تو توبہ کے بعد بھی، تعزیری طور پر، اس کو سزا دینا جائز ہے۔[49]

2۔ مرتد کو سزا دینے سے قبل توبہ اور التزام شریعت کی دعوت دینا

مرتدین، خواہ ایک جماعت ہو یا فرد واحد، ان کے خلاف کسی قسم کی کاروائی سے قبل انہیں ارتداد سے توبہ کرنے اور شرائع اسلامی پر عملدرآمد کی دعوت دی جائیگی۔ اگر وہ التزام وتوبہ کی دعوت قبول کرلیں، خواہ ظاہری حد تک ہی کریں، تو ان کا ظاہر قبول کیا جائیگا اور باطن کا معاملہ اللہ کے سپرد کردیا جائے گا۔ نیز ان سے توبہ والتزام کا عہد اور وعدہ محض زبانی جمع خرچ کی بجائے تحریری شکل میں وصول کرکے ان سے اسلحہ اور سامان حرب وپیکار واپس لے لیا جائیگا اور ان کے پاس دین سکھانے اور دعوت و تبلیغ کیلئے معلّمین کو بھیجا جائے گا۔[50] اگر فرد واحد (ارتداد کے بعد) طلبِ توبہ پر بظاہر توبہ کرلے اور اظہارِ ایمان کرے تو وہی قابل قبول ہوگا۔ اگر اس کے مرتد ہونے کا ثبوت مل جائے لیکن وہ اس ثبوت کا انکار کرکے کلمہ شہادت پڑھے تو اسی گواہی کو قبول کرتے ہوئے اس کو مسلمان شمار کیا جائیگا۔[51]

3۔ شرائع اسلامی کے عدم التزام اور عدم توبہ پر سزا کی صورت

پہلی صورت: ارتداد کے بعد اسلام میں داخل ہونے والا شخص یا گروہ، ظاہری توبہ اور تعلیم و تبلیغ دین کے بعد (کچھ عرصہ تک) پرکھے جائیں گے، اگر ان کا سچ سامنے آجائے کہ واقعی ان کی توبہ سچی ہے تو انہیں مسلمان شمار کیا جائیگا اور اگر معلوم ہو جائے کہ

وہ مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں تو امام موصوف اور فقہاء کا اتفاق ہے کہ ان مرتدین سے قتال کیا جائیگا یہاںتک کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دعوت کو قبول کریں اور ظاہری و متواتر شرائع اسلامی کی پابندی کریں۔[52]

دوسری صورت: امام صاحب کے نزدیک ارتداد کی بنیاد پر کافر قرار پانیوالا شخص اگر (اہل استتابۃ یعنی) ان لوگوں میں سے ہے جن سے توبہ طلب کی جاتی (یعنی توبہ کی گنجائش پر توبہ کروائی جاتی) ہے تو اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائیگا، لیکن وہ توبہ نہیں کرتا۔ یا پھر اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہو جو اہل استتابۃ میں سے نہیں ہیں، تو خواہ وہ محارب ہو یا غیر محارب، (ہر دو صورتوں میں) قتل کیا جائیگا۔ نیز اس ضمن میں ان لوگوں کو بھی قتل کیا جائیگا جن کو میدان قتال میں قتل کرنا منع ہے جیسے اندھا، اپاہج، راہب، عورت اور بچے وغیرہ۔[53]

4۔ اعتقادی و عملی مسائل میں ارتداد پر سزا کی نوعیت و صورت

گزشتہ صفحات میں مختلف لوگوں کے ارتداد کے معتبر ہونے اور ارتداد کے نتائج و عواقب کی بحث میں بھی اور دیگر اعتقادی و عملی مسائل میں ارتداد کے مرتکب شخص یا افراد کے بارے میں، امام صاحب کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یا افراد، ان امور و اعمال میں سے کسی ایک چیز کے بھی مرتکب ہوتے ہیں، باوجودیکہ وہ رسول اکرم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت اسلامیہ پر بھی ایمان و اعتقاد رکھتے ہوں، تو ان سے توبہ کروائی جائے گی اور عدم توبہ کی صورت میں انہیں قتل کر دیا جائیگا۔ اس کی چند مثالیں یہ ہیں:

1۔ مستقل بے نماز شخص کی سزا:

ایک شخص کو نماز کے وجوب کا پتہ ہو لیکن وہ پھر بھی نماز پڑھنا چھوڑ دے اور (سمجھانے کے باوجود بھی) نماز چھوڑنے پر ہی مُصر ہو، تو اس سے توبہ کروائی جائیگی (کہ وہ نماز مت چھوڑے بلکہ ادا کیا کرے)، اگر وہ توبہ نہ کرے اور طبعی موت مر جائے یا ترک نماز (اور عدم توبہ) پر قتل کر دیا جائے، تو اس کی موت کفر پر ہوگی۔[54] جو لوگ کبھی نماز پڑھ لیں اور کبھی چھوڑ دیں تو ان کا حکم فرمانِ رسول اللہ ﷺ کے مطابق اس وعید کے تحت ہوگا کہ نماز کے پابند شخص کیلئے اللہ کے ہاں عہد اور جنت کی ذمہ ہے اور بے نماز کیلئے عہد ہے نہ ذمہ بلکہ اللہ چاہے تو اسے عذاب دے اور چاہئے تو اس کو معاف فرما دے۔[55]

2۔ عیسائیوں کے مقدسات کی تعظیم کرنا:

عیسائیوں کی قبور پر نذر و نیاز کرنا، ان کے کلیساؤں اور گرجا گھروں کی تعظیم کرنا، ان کے شعائر کی تقدیس کرنا، ان کے پادریوں اور مذہبی رہنماؤں کی قبور پر حاضری دینا اور ان کے تہواروں اور عیدوں میں شریک ہونا وغیرہ۔[56] جس شخص کا عقیدہ یہ ہو کہ کلیسہ و گرجا گھر کی زیارت کرنے سے یا کسی قبر پر جانے سے قربت حاصل ہوتی ہے تو وہ کفر کا مرتکب ہوتا ہے لہٰذا اس سے توبہ طلب کی جائیگی اور عدم توبہ پر اسے قتل کر دیا جائیگا۔[57]

3۔ بعض مشائخ کو رسول اللہ ﷺ پر ترجیح دینا:

جو شخص، حضور ﷺ کو اللہ کا رسول بھی مانتا ہو لیکن اس کے باوجود وہ آپ ﷺ کی ذات پر بعض مشائخ کو ترجیح دے اور انہیں افضل و اعلیٰ سمجھے، تو ایسا شخص بھی مرتکب کفر ہے اور اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائیگا اور عدم توبہ پر قتل کیا جائیگا۔[58]

4۔ منکرات ظاہرہ اور متواترہ کو حلال قرار دینا:

جو شخص شریعت اسلامیہ میں ظاہری اور تواتر سے ثابت شدہ منکرات کو حلال قرار دے، جیسے شراب نوشی، مردار،

حشیش و نشہ آور اشیاء اور محرمات سے نکاح وغیرہ، تو ایسا شخص بھی مرتکب کفر ہے اور اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائیگا اور عدم توبہ پر قتل کیا جائیگا۔ نیز اگرچہ ہم یہ سمجھ رہے ہوں کہ وہ اپنی توبہ میں جھوٹا ہے پھر بھی اگر ایسا شخص توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول کی جائیگی۔[59]

5۔ (اسلام سے بغاوت کی حد تک) کفار سے دوستی کرنا:

کسی شخص کا کافروں سے (اس حد تک) دوستی کرنا کہ وہ (اسلام اور مسلمانوں کی بجائے اپنی) آراء و افکار میں کفار کی اتباع و پیروی شروع کردے اور (مسلمانوں سے بھی بڑھ کر) ان (کفار) سے محبت و تعظیم کی حد تک دوستی اور تعلق قائم کرلے۔[60] (ایسا شخص بھی مرتکب کفر ہے اور اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائیگا اور عدم توبہ پر قتل کیا جائیگا)۔

6۔کتاب وسنت سے ہٹ کر تحکیم کرنا:

اپنے مسائل و معاملات میں فیصلہ کے کیلئے قرآن وسنت کو حَکَم ماننا (یا حَکَم سمجھنا ہی) چھوڑ دے بلکہ کتاب وسنت کی بجائے دیگر شرائع کو حکم تسلیم کرلے (یا سمجھ لے)۔ تو ایسا شخص بھی مرتکب کفر ہے اور اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائیگا اور عدم توبہ پر قتل کیا جائیگا۔[61]

خلاصہ کلام اور معاصر فکر کی حقیقت:

امام ابن تیمیہؒ کے افکار و نظریات کی روشنی میں مسئلہ ارتداد کا خلاصہ یہ ہے کہ تکفیر سے قبل احوال و شرائط اور ضوابط وآداب سے صرفِ نظر کرتے ہوئے محض کسی شخص کے کفریہ عمل کے ارتکاب پر اس کو مرتد وکافر قرار دینا درست نہیں۔ دینِ اسلام کو جزوی طور پر لینے اور ظاہر ومتواتر احکامِ شرعیہ کی تنفیذ و تطبیق میں مزاحم ہونے والے، یا اُن کے انکار کی جسارت کرنے والے یا پھر اُن کی بابت من پسند تاویل اختیار کرنیوالے مرتدین کے خلاف جہاد و قتال دراصل اعلائے کلمتہ اللہ کی خاطر جہاد ہی کی قسم ہے۔ ارتداد فردِ واحد کی جانب سے ہو یا ایک جماعت کی طرف سے، مجرد ارتداد پر توبہ کی گنجائش موجود لیکن مغلظ ارتداد پر طلب توبہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ فردِ واحد کے مرتد ہونے کی چار شرائط ہیں جیسے عقل وبلوغ، قول وفعل پر اختیار، غلطی کی بجائے قصد وارادہ اور قول وفعل کے کفریہ ہونے کا علم۔ مرتدین یا تو صریح کافر ہوتے ہیں یا مکمل طور پر دین سے مرتد ہوتے ہیں، یا دین کے بعض حصے سے مرتد ہوتے ہیں یا پھر دینِ خالص اور شرائعِ اسلامی سے مرتد ہوتے ہیں۔ ان سب گروہوں کے احوال واحکام اور ان سے قتال کے حکم میں فرق ہے۔ ارتداد کا حکم لگانے سے قبل مذاہبِ اربعہ میں سے مفتی کا تعین ضروری ہے، موانع تکفیر کا خاتمہ اور شرائطِ تکفیر کی وجود ضروری ہے، علماء کی خطاء و غلطی پر تکفیر نہیں کی جائیگی اور نہ ہی مختلف فیہ مسائل میں تکفیر معتبر ہوگی۔

امام صاحب کے نزدیک ایسے لوگوں کا ارتداد معتبر ہے جو احکامِ شرعیہ پر جزوی ایمان رکھتے، اتباعِ رسولؐ سے خروج کرتے، ارکانِ ایمان میں کمی وبیشی کرتے، ظاہر ومتواتر فرائض کے ترک کو حلال سمجھتے، محرماتِ ظاہرہ ومتواترہ کو حلال سمجھتے، ظاہر ومتواتر چیزوں کی حلّت کا انکار کرتے اور متذکرہ جملہ امور کے بارے ترکِ ایمان، شک وشبہ یا اِن سے اعراض کرتے ہیں۔ مرتدین کے اعمال ضائع ہیں، ان سے صلح وامن، عقد وپیمان، عوض وفدیہ اور نکاح وذبیحہ وغیرہ درست ہے نہ انہیں تغسیل و تکفین وتدفین اور وراثت کا حق حاصل ہوگا۔ مرتد کی سزا کی نوعیت وصورت قبول اسلام یا توبہ کرنے کے بعد مختلف فیہ ہے۔ مرتد کو سزا دینے سے قبل توبہ اور التزامِ شریعت کی دعوت دی جائیگی جبکہ شرائع اسلامی کے عدم التزام اور عدم توبہ پر قتل وقتال کا جواز موجود ہے۔ نیز اعتقادی وعملی مسائل جیسے مستقل ترکِ صلوۃ، مسیحی مقدسات کی تعظیم، صوفیاء ومشائخ کو حضور ﷺ پر ترجیح دینا، منکراتِ ظاہرہ

ومتواترہ کو حلال قرار دینا، اسلام سے بغاوت کی حد تک کفار سے دوستی رکھنا اور کتاب وسنت سے ہٹ کر تحکیم کو مستقل روش بنانا وغیرہ پر بھی سزائیں دی جائیں گی۔

نتائج بحث

ماضی قریب اور عصر حاضر میں عرب وعجم کے اندر اسلامی جہاد کے نام پر برسرِ پیکار مزاحمتی وعسکری تحریکوں کی جانب سے بلادِ اسلامیہ کے حکام ونظام کو کفریہ قرار دینا، حکومت اور مروجہ سیاسی وجمہوری نظام کو طاغوت کہنا، ان کو منتخب کرنے والے عوام وخواص کو مرتد قرار دینا اور کفار ممالک سے دوستی کے علاوہ تحکیم بغیر ماانزل اللہ کے دعویٰ پر حکمرانوں، منتخب نمائندوں اور منتخب کرنیوالی عوام کو مرتد، کافر اور واجب القتل قرار دینا اور اس ضمن میں امام ابن تیمیہؒ کے فتاویٰ جات کا حوالہ دینا اس لئے درست نہیں کہ امام صاحب نے ارتداد وتکفیر جیسے مسائل پر کھل کر بحث کی ہے اور شرائط وضوابط متعین ومقرر کئے ہیں۔ امام صاحب کی جانب سے مقرر کردہ ارتداد وتکفیر کے احوال وموانع، شرائط وضوابط، نوعیت وصورت، حکم وعلّت اور نتائج عواقب جانے بغیر اُن کے فتویٰ کو حکمرانوں اور مسلمانوں کی تکفیر وارتداد اور قتل وغارتگری کیلئے استعمال کرنا درست نہیں لہٰذا ایسے فتاویٰ کا بے محل استعمال کرکے بغاوت وخروج اور تشدد کو اختیار کرنا امام صاحب کا طریقہ ہے نہ عمل، نہ ہی صدیوں سے ان کے کسی شاگرد نے اِن فتاویٰ کا ایسا مفہوم اخذ وبیان کیا ہے اور نہ ایسی کسی تشدد پسند سرگرمی میں حصہ لیا ہے۔ لہٰذا معاصر تشدد پسند فکر کو، فکرِ ابنِ تیمیہ سے ہم آہنگ قرار دینا صریح غلطی ہوگا۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] Aḥmad bin ʻAbd al Ḥalīm Ibn Taymiyyah, *Al Ṣārim al Maslūl ʻala Shātim al Rasūl*, ed. Prof. Ghulām Aḥmad Ḥarīrī (Lahore: Maktabah Quddūsiyyah, 2011), p: 589, 590.

ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، الصارم المسلول علی شاتم الرسول، مترجم اردو: پروفیسر غلام احمد حریری، مکتبہ قدوسیہ، رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور ۲۰۱۱ء، ۵۹۰: ۵۸۹

[2] Aḥmad bin ʻAbd al Ḥalīm Ibn Taymiyyah, *Majmūʻ al Fatāwa*, ed. ʻAbd al Raḥmān bin Muḥammad (Madina: Majmaʻ al Malik Fahad li Ṭabāʻah al Muṣḥaf, 1995), 28: 349.

ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، مجموع فتاویٰ، جمع وترتیب: عبدالرحمٰن بن محمد، مجمع الملک فہد الوطنیۃ، مدینہ منورہ، ۱۹۹۵ء، ۳۴۹: ۲۸

[3] Ibn Taymiyyah, *Majmūʻ al Fatāwa*, 28: 354.

مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام احمد بن تیمیۃ، ۳۵۴: ۲۸

[4] امام صاحب کے نزدیک مشرکین بھی کفار کی ہی ایک قسم ہے اور ان پر وہی احکام لاگو ہوتے ہیں جو کفار پر لاگو ہوتے ہیں۔ (مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ، ۷: ۶۱۷-۶۲۱)، یوں امام صاحب کے نزدیک ظاہری کفار سے مراد اہل کتاب (یہود ونصاریٰ)، مشرکین اور مجوسی ہیں۔

[5] Aḥmad bin ʻAbd al Ḥalīm Ibn Taymiyyah, *Minhāj al Sunnah Wal Nabawiyyah Fī Naqḍ Kalām al Shīʻah al Qadariyyah*, ed. Muḥammad Rashād Sālim, 1st ed. (Muhammad Bin Saud Islamic University, 1986), 8: 276.

ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریۃ، تحقیق: محمد رشاد سالم، مؤسسۃ قرطبہ، قاہرہ مصر، طبع اولیٰ،

۱۴۰۶ھ، ۸: ۲۷۶

[6] Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 20: 103, 28: 214, 218, 11: 405, 543; Ibn Taymiyyah, *Al Ṣārim al Maslūl 'ala Shātim al Rasūl*, p: 478, 590, 591.

مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام احمد بن تیمیۃ، ۲۰: ۱۰۳، ۲۸: ۲۱۸، ۱۴؛ ۱۱: ۴۰۵؛ ۱۱: ۵۴۳؛ الصارم المسلول علی شاتم الرسول، ص: ۴۷۸، ۵۹۱ــ ۵۹۰

[7] Ibn Taymiyyah, *Al Ṣārim al Maslūl 'ala Shātim al Rasūl*, p: 590.

الصارم المسلول علی شاتم الرسول، ۵۹۰

[8] Ibn Taymiyyah, *Al Ṣārim al Maslūl 'ala Shātim al Rasūl*, p: 478; Ismā'īl bin Kathīr Ibn Kathīr, *Al Bidāyah Wal Nihāyah*, 1st ed. (Beirūt: Dār 'Iḥyā' al Turāth al 'Arabī, 1988), 11: 152-158; Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 2: 480 - 483.

ارتداد مغلظ کی مثال ابو مغیث حسین بن منصور الحلاج کا ۳۰۹ھ میں بغداد کے اندر قتل ہے، حلاج نے نبوت اور پھر الہ ہونے کا دعوی کیا، وحدت الوجود اور حلول کا عقیدہ اپنایا، قرآن جیسی کلام بنا لینے کا دعوی، کفریہ و شرکیہ اشعار کہنا، بنیادی اسلامی ارکان کی مخالفت، وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کی روحوں کے لوٹنے کا عقیدہ اور اپنی موت کے ۳۰ دن بعد دنیا میں واپسی جیسے عقائد کا حامل یہ شخص، عباسی خلیفہ مقتدر باللہ (۹۰۸تا ۹۳۲ء) کے زمانے میں علماء و فقہاء کی جانب سے (کافر، زندیق، مرتد اور واجب القتل قرار دیئے جانے والے) ایک متفقہ فتویٰ کے بعد بغیر توبہ طلب کئے اس کے اپنے کفر وارتداد کے اعتراف کے بعد، اسے قتل کر دیا گیا۔ امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: جس نے بھی حلاج کے ان مقالات جیسا عقیدہ رکھا جن پر وہ قتل ہوا تو وہ شخص بالاتفاق کافر اور مرتد ہے اس لیے کہ حلاج کو مسلمانوں نے حلول اور اتحاد وغیرہ کا عقیدہ رکھنے کی بنا پر قتل کیا تھا۔ جس طرح کہ زندیق اور اتحادی لوگ یہ کہتے ہیں، مثلا حلاج یہ کہتا تھا کہ "میں اللہ ہوں" اور اس کا یہ بھی قول ہے کہ "ایک الہ آسمان میں ایک زمین میں ہے" اور حلاج کچھ خارق عادت چیزوں اور جادو کی کئی ایک اقسام کا مالک تھا اور اس کی طرف منسوب کئی ایک جادو کی کتب بھی پائی جاتی ہیں، تو اجمالی طور تو امت مسلمہ میں اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں کہ جس نے بھی یہ کہا کہ اللہ تعالی بشر میں حلول کر جاتا اور اس میں متحد ہو جاتا ہے اور یا یہ کہ انسان الہ ہو سکتا ہے اور یہ معبودوں میں سے ہے، تو وہ کافر ہے اور اس کا قتل کرنا مباح ہے اور اسی بات پر حلاج کو بھی قتل کیا گیا تھا۔" ایک جگہ پر لکھتے ہیں کہ ہم مسلمان علماء میں سے کسی ایک عالم اور نہ ہی مشائخ میں سے کسی ایک شیخ کو بھی نہیں جانتے جس نے حلاج کا ذکر خیر کیا ہو، لیکن بعض لوگ اس کے متعلق خاموشی اختیار کرتے ہیں اس لیے کہ انہیں حلاج کے معاملے کا علم ہی نہیں۔ دیکھیئے: الصارم المسلول علی شاتم الرسول، ص: ۴۷۸؛ ابن کثیر، اسماعیل بن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، طبع اولیٰ، ۱۹۹۸ء، ۱۱: ۱۵۲ـ۱۵۸، مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ، ۲: ۴۸۰، ۴۸۳)

[9] Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 24: 175, 35: 205.

مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام احمد بن تیمیۃ، ۲۴: ۳۵-۱۷۵: ۲۰۵

[10] Muḥammad bin 'Alī Al Ba'lī, *Mukhtaṣar Fatāwa Al Miṣriyyah Li Ibn Taymiyyah*, ed. Muḥammad Ḥāmid Al Fiqqī (Al Damām: Dār Ibn al Qayyim, 1986), p: 469.

البعلی، محمد بن علی، مختصر فتاویٰ المصریۃ لابن تیمیۃ، بتحقیق: محمد حامد الفقی، دار ابن القیم، الدمام، المملکۃ العربیۃ السعودی، ۱۹۸۶ء، ۴۶۹

[11] تاتاری، مسلمان ہو چکے تھے اور ان کے سلطان (غازان، قازان) کا اسلامی نام محمود، ۷۰۰ھ) تھا۔ لیکن اسلامی شرائع کے التزام میں یہ لوگ من مانی کرتے تھے اور، دہشت گردی، قتل وسفاکیت، لوٹ مار اور غارتگری ان کا شیوہ تھا۔ نیز یہ لوگ چنگیزی قانون "الیاسا" پر بھی عملدرآمد کرتے تھے۔ ۷۰۲ھ میں جب تاتاری لشکر دمشق پر حملہ آور ہوا تھا تو امام صاحب نے ان کو "خارجی" قرار دیکر ان کے خلاف جہاد کو واجب قرار دیا تھا اور خود بھی اس جنگ میں شرکت کی تھی۔

[12] Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 28: 412, 413.
اس میں کچھ حد تک استثنائی صورت صرف یہ ہے کہ اگر بذریعہ ارتداد کافر ہو جانیوالے شخص نے توبہ نہیں کی اور اس سے توبہ کروانا ممکن ہو تو اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا، اگر اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن سے توبہ کروانا ممکن ہی نہیں (یا ان سے توبہ کروانے کی ضرورت نہیں) تو ایسے مرتد کو قتل کر دیا جائے گا، جیسا کہ ارتداد کی پیچھے گزر جانیوالی دو اقسام سے واضح ہوتا ہے۔ مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام احمد بن تیمیة، ۲۸: ۴۱۳، ۴۱۲

[13] Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 28: 414.

ایضا، ۲۸: ۴۱۴

[14] Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 28: 414.

ایضا،۲۸: ۴۱۴

[15] Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 28: 414, 415.

ایضا،۲۸: ۴۱۴-۴۱۵

[16] Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 28: 415.

ایضا، ۲۸: ۴۱۴-۴۱۵

[17] Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 28: 412, 413.

ایضا، ۲۸: ۴۱۴—۴۱۳

[18] Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 28: 415, 416.

ایضا، ۲۸: ۴۱۵—۴۱۶

[19] Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 14: 115.

ایضا، ۱۴: ۱۱۵

[20] Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 8: 504.

ایضا، ۸: ۵۰۴

[21] ایضا، ۳۵: ۱۱۶

[22] Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 35: 100.

ایضا، ۳۵: ۱۰۰

[23] Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 35: 201.

ایضا، ۳۵: ۲۰۱

[24] Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 11:406, 7:538, 610, 22:102, 1:113, 33:108, 29:293,295, 32: 135.

ایضا،۱۱: ۴۰۶؛ ۷: ۵۳۸، ۶۱۰؛ ۲۲: ۱۰۲؛۱: ۱۱۳؛ ۳۳: ۱۰۸، ۲۹: ۲۹۳، ۳۲۵؛ ۳۲: ۱۳۵

[25] Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 35: 100.

ایضا، ۳۵: ۱۰۰

[26] Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 35: 165.

ایضا، ۳۵: ۱۶۵

27 Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 35: 100, 103.

ایضاً، ۳۵: ۱۰۰، ۱۰۳

28 Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 35: 177.

ایضاً، ۲۳: ۱۷۷

29 Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa,* 11: 170, 22:119; Ibn Taymiyyah, *Al Ṣārim al Maslūl 'ala Shātim al Rasūl,* p: 104.

ایضاً، ۱۱: ۱۷۰؛ ۲۲: ۱۱۹؛ الصارم المسلول علی شاتم الرسولؐ (اردو)، ۱۰۴

30 Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 7: 640.

ایضاً، ۷: ۶۴۰

31 Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 12:525, 20:90, 35:150.

ایضاً، ۱۲: ۵۲۵؛ ۲۰: ۹۰؛ ۳۵: ۱۵۰

32 Muḥammad Rawās Qal'ah Gī, *Mawsū'ah Fiqh Ibn Taymiyyah* (Lebanon: Dār al Nafā'is, 2001), 1: 713.

قلعہ جی، محمد رواس، موسوعۃ فقہ ابن تیمیۃ، دار النفائس، بیروت لبنان، طبع ثانی، ۲۰۰۱ء، ۱: ۷۱۳

33 Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 35:171.

مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ، ۳۵: ۱۷۱

34 Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 23: 224.

ایضاً، ۲۳: ۲۲۴

35 Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 7: 273.

ایضاً، ۷: ۲۲۳

36 Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 28:265, 35:105.

ایضاً، ۲۸: ۲۶۵؛ ۳۵: ۱۰۵

37 Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 21:295, 22: 40, 66, 27:11.

ایضاً، ۲۱: ۲۹۵؛ ۲۲: ۴۰، ۶۰؛ ۲۷: ۱۱

38 Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 28:218, 11: 405, 543, 21:255.

ایضاً، ۲۸: ۲۱۸؛ ۱۱: ۴۰۵، ۵۴۳؛ ۲۱: ۲۵۵

39 Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 32: 82.

ایضاً، ۳۲: ۸۲

40 Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 12:335,336, 28:218.

ایضاً، ۱۲: ۳۳۵-۳۳۶؛ ۲۸: ۲۱۸

41 Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 2:368.

ایضاً، ۲: ۳۶۸

42 Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 4:258, 11:700.

ایضاً، ۴: ۲۵۸؛ ۱۱: ۷۰۰

[43] Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 28: 414.

ایضاً، ۲۸: ۴۱۴

[44] Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 35:106.

ایضاً، ۳۵: ۱

[45] Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 35:206.

ایضاً، ۳۵: ۲۰۶

[46] Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 35:228.

ایضاً، ۳۵: ۲۲۸

[47] Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 35:205.

ایضاً، ۳۵: ۲۰۵

[48] Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 22: 10, 46, 103.

ایضاً، ۲۲: ۱۰، ۴۶، ۱۰۳

[49] Qal'ah Gī, *Mawsū'ah Fiqh Ibn Taymiyyah*, 2: 719.

موسوعۃ فقہ ابن تیمیۃ، ۲: ۷۱۹

[50] Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 24: 175; Al Ba'lī, *Mukhtaṣar Fatāwa Al Miṣriyyah Li Ibn Taymiyyah*, p: 469.

مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام احمد بن تیمیۃ، ۲۴: ۱۷۵؛ مختصر الفتاویٰ المصریۃ، ۴۶۹ (تفصیل پیچھے گزر چکی ہے)۔

[51] Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 24: 175, 35: 205.

ایضاً، ۲۴: ۱۷۵؛ ۳۵: ۲۰۵

[52] Al Ba'lī, *Mukhtaṣar Fatāwa Al Miṣriyyah Li Ibn Taymiyyah*, p: 469.

مختصر الفتاویٰ المصریۃ، ۴۶۹ (تفصیل پیچھے گزر چکی ہے)

[53] Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 22: 60, 28: 414.

مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام احمد بن تیمیۃ، ۲۲: ۶۰؛ ۲۸: ۴۱۴

[54] Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 20:97, 22:28,48, 32:276, 34:217; Ibn Taymiyyah, *Al Ṣārim al Maslūl 'ala Shātim al Rasūl*, p: 325.

ایضاً، ۲۰: ۹۷؛ ۲۲: ۲۸، ۴۸؛ ۳۲: ۲۷۶؛ ۳۴: ۲۱۷؛ الصارم المسلول علی شاتم الرسول (عربی)، ۳۲۵

[55] Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 22:49.

مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام احمد بن تیمیۃ، ۲۲: ۴۹

[56] Al Ba'lī, *Mukhtaṣar Fatāwa Al Miṣriyyah Li Ibn Taymiyyah*, p: 517, 552.

مختصر الفتاویٰ المصریۃ، ۵۱۷-۵۵۲

[57] Al Ba'lī, *Mukhtaṣar Fatāwa Al Miṣriyyah Li Ibn Taymiyyah*, p: 514.

ایضاً، ۵۱۴

[58] Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 3:422.

مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام احمد بن تیمیۃ، ۳: ۴۲۲

59 Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa,* 23:357, 14:28,218; Ibn Taymiyyah, *Al Ṣārim al Maslūl 'ala Shātim al Rasūl,* p: 360.

ایضا، ۲۳: ۳۵۷؛ ۱۴: ۲۸، ۲۱۸؛ الصارم المسلول علی شاتم الرسول (عربی)، ۳۶۰

60 Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 28:201.

مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام احمد بن تیمیة، ۲۸: ۲۰۱

61 Ibn Taymiyyah, *Majmū' al Fatāwa*, 3: 317, 12: 339.

ایضا، ۳: ۳۱۷؛ ۱۲: ۳۳۹